ایامِ حج میں منیٰ میں قصر یا اتمام

ڈاکٹر انعام اللہ
چیف ریسرچ آفیسر اسلامی نظریاتی کونسل

فقہ کی قدیم وجدید کتابوں میں فقہاء کرام کا فتویٰ مذکور ہے کہ مکہ مکرمہ اور منیٰ دو الگ الگ بستیاں ہیں، لہذا حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے باہر سے آنے والے حجاج کرام کا یوم الترویۃ (۸/ذی الحجۃ) سے پہلے اگر مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام بنتا ہو تو وہ قیام مکہ کے دوران پوری نماز پڑھیں گے اور ایام حج (۸ ذی الحجۃ تا ۱۲ ذی الحجۃ) میں منیٰ میں بھی اتمام کریں گے۔ اور اگر مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام نہ بنتا ہو تو وہ مکہ اور منیٰ دونوں میں قصر نماز پڑھیں گے اگرچہ بشمول ایام حج مکہ اور منی میں پندرہ دن قیام بنتا ہو۔ گذشتہ سالوں میں بعض اہل علم نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ چونکہ آبادی بڑھنے کی وجہ سے منی اب مکہ مکرمہ ہی کا ایک حصہ بن کر ایک شہر بن گیا ہے۔ لہذا اگر کسی حاجی کا بشمول ایام حج مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام بنتا ہو تو اس عرصے میں وہ مکہ اور منی دونوں میں اتمام کریگا اور پوری نماز پڑھے گا، بلکہ دوسرے کئی اہل علم نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا اور قدیم فتویٰ پر قائم ہیں، اس جدید فتویٰ جاری ہونے کے بعد پاک و ہند کے حجاج کرام اور مفتیان عظام تذبذب میں پڑ گئے اور ایام حج میں منیٰ کے خیموں میں عجیب صورتحال پیش آنا شروع ہوگئی۔ بعض اہل علم حضرات جدید فتویٰ کے مطابق نمازوں میں اتمام کرنے لگے جبکہ دیگر اہل علم نے قدیم فتویٰ پر عمل جاری رکھا، اور بشمول ایام حج مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام کی نیت کرنے کے باوجود قصر نمازیں پڑھنے کے سلسلے کو جاری رکھا گیا۔ اس تذبذب کو دور کرنے اور مسئلے کی تنقیح کی غرض سے جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن کراچی کے ارباب حل وعقد نے یکم و ۲/مئی ۲۰۰۷ء کو ایک فقہی مجلس (سیمینار) کے انعقاد کا اہتمام کیا جس میں ملک بھر اور بیرون ملک سے علماء کرام اور مفتیان عظام کو شرکت کرنے اور زیر بحث مسئلے پر مقالات پیش کرنے کی دعوت دی، راقم کو بھی اپنے مادر علمی میں منعقد ہونے والی اس علمی مجلس میں شرکت کرنے اور مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ذیل کے سطور میں اس مقالے کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

زیرِ بحث مسئلہ پر گفتگو سے قبل قصر واتمام کے متعلق چند مقدمات کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے، جو حسب ذیل ہیں۔

پہلا مقدمہ: اقامت کے تحقق کے لیے موضع واحد میں پندرہ دن اقامت کی نیت شرط ہے

اس میں کوئی شک نہیں، کہ مسافر جب پندرہ دن کی اقامت کی نیت کر لیتا ہے، تو وہ مقیم بن جاتا ہے، وہ مقام اس کے لیے وطن اقامت بن جاتا ہے، چنانچہ اس کے ذمہ اتمام (چار رکعت پوری نماز پڑھنا) لازم ہو جاتا ہے، اور قصر (چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنا) کا حکم برقرار نہیں رہتا۔ تاہم پندرہ دن کی اقامت کی نیت اس وقت معتبر ہوگی، جب مکان واحد میں اقامت کی نیت کی جائے، دو جگہوں میں مجموعی لحاظ سے پندرہ دن اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوتی۔ نیز مکان واحد سے حقیقی مکان واحد مراد نہیں بلکہ حکمی مکان واحد مراد ہے یعنی وہ جگہ حکماً متحد ہو اگرچہ حقیقۃً متحد نہ ہو۔ (البحر الرائق، باب المسافر: ۱۲۳/۲) اسی طرح اگر بظاہر دو جگہیں ہوں، لیکن دوسری جگہ مستقل نہ ہو، بلکہ پہلی جگہ کے توابع میں سے ہو، تو دونوں مکان واحد شمار ہوں گی۔ (فتاویٰ ھندیہ: ۱۲۵/۱۱) نیز مکان واحد کے لیے یہ بھی شرط ہے، کہ وہ صالح للاقامۃ (ٹھہرنے کے لیے مناسب) ہو، جیسے مصر (شہر) اور قریۃ (بستی)۔ (الدر المختار: ۱۲۵/۲)

دوسرا مقدمہ: مکہ مکرمہ اور منی دو مستقل مقامات ہیں:

ابھی تک فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق چلا آ رہا ہے، کہ مکہ مکرمہ اور منی دو الگ الگ مقامات ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ المبسوط میں رقمطراز ہیں:

> ''بتلایئے اگر کوئی مسافر کوفہ شہر سے مکہ ومنیٰ جانے کی نیت سے نکل پڑے اور مکہ ومنیٰ دونوں میں پندرہ دن تک قیام کا ارادہ رکھتا ہو تو کیا مکہ پہنچنے کے بعد وہ پوری نماز پڑھے گا؟ فرمایا: نہیں میں نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا: اس لیے کہ وہ اکیلے مکہ میں پندرہ دن قیام کا ارادہ نہیں رکھتا۔ میں نے پوچھا: کیا مکہ اور منیٰ ایک شہر نہیں؟ فرمایا: نہیں''۔ (۱/ ۲۶۷)

بعد میں آنے والے فقہاء کرام نے مکہ اور منی کے متعلق یہی موقف اختیار کیا ہے۔ چنانچہ المبسوط للامام السرخسی، بدائع والصنائع للامام الکاسانی، الھدایۃ لشیخ الامام برھان الدین المرغینانی، المحیط البرھانی، مجمع الانھار فی شرح ملتقی الابحر للاقندی میں صراحۃً یہی موقف اختیار کیا گیا ہے، جبکہ فقہ حنفی کے متذکرہ بالا کتب کے علاوہ فقہ کی تمام دیگر کتابوں (متون، شروح اور فتاویٰ) میں بھی یہی قول اختیار کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

(۱) دو مختلف مقامات پر نیت اقامت معتبر نہیں، نیت اقامت جب معتبر ہوگی جب ایک مکان صالح للاقامۃ (قیام کرنے کے لیے مناسب ایک جگہ) میں ہو

(۲) مکہ مکرمہ اور منی دو مختلف مقامات ہیں پس اگر حاجی عشرہ ذی الحجہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائے تو اسکی نیت اقامت معتبر نہیں، وہ حج سے پہلے مکہ مکرمہ میں اور ایام حج میں منی وعرفات میں قصر نماز پڑھے گا۔

تیسرا مقدمہ: مصر اور خارج المصر (شہر سے باہر) دو الگ الگ جگہیں ہیں اور اقامت، سفر اور احکام سفر کے اعتبار سے دونوں کے درمیان حد فاصل عمران المصر (آبادی) ہے:

درحقیقت اس مسئلے میں دو اقوال ہیں۔

(۱) حد فاصل عمران المصر (آبادی) ہے۔

(۲) حد فاصل فنآء المصر (شہر کی ضروریات کی جگہ) ہے۔ پہلے قول کی مزید توضیح یہ ہے کہ احادیث، آثار صحابہؓ اور عبارات فقہیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ جب کوئی شخص سفر کی نیت کرے، اور بالفعل سفر شروع بھی کردے، وطن اصلی میں ہو یا وطن اقامت میں، تو اس پر سفر کے احکام اس وقت سے جاری ہونگے، جب وہ اس شہر کی آبادی (عمران المصر) اور اس کے توابع سے آگے نکل جائے۔ اسی طرح سفر اس وقت اختتام پذیر سمجھا جائے گا جب وہ شخص ''موضع الاقامۃ'' (قیام کرنے کی جگہ) میں داخل ہو جائے گا۔ اس مسئلے کی بنیاد حسب ذیل احادیث نبویہ اور آثار صحابہ ہیں۔

(۱) ''ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ سفر کیے، تینوں حضرات سفر کے آغاز سے اختتام تک دورانِ سفر اور قیامِ مکہ کے دنوں میں دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے''۔ (مجمع الزوائد: ۱/ ۲۰۴)

۲۔ ''ابو حرب بن ابوالاسود الدیلی فرماتے ہیں کہ حضرت علی بصرہ شہر سے سفر کا آغاز کرنے لگے تو ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: اگر ہم ان مکانات سے آگے نکل جاتے تو دو رکعت پڑھتے''۔ (آثار السنن: ۲/ ۶۴)

ان آثار سے معلوم ہوا کہ جب شہر کی آبادی ختم ہو جاتی ہے تو سفر کے احکام شروع ہو جاتے ہیں۔ فقہاء نے بھی ان آثار سے یہی استدلال کیا ہے۔ امام کاسانی رحمہ اللہ نے اس کی عقلی وجہ یہ بیان کی ہے کہ نیت و ارادہ اس وقت معتبر ہوتے ہیں جب اس کو عملی جامہ پہنایا جائے اور سفر کا تحقق اور آغاز شہر سے نکلنے کے بعد ہی ہوتا ہے، پس جب تک کوئی شخص شہر سے نکلے نہیں تو اس کا ارادہ محض ارادہ ہی رہے گا اس لیے وہ مسافر نہیں کہلائے گا۔ (البدائع والصنائع: ۱/ ۹۴)

سفر کے احکام کب ختم ہوجاتے ہیں؟ اسکا دار ومدار بھی عمران المصر (شہر کی آبادی) اور بیوت المصر (مکانات) پر ہے، جب مسافر شہر کی آبادی اور مکانات میں داخل ہو جائے گا تو اس کا سفر ختم ہو جائے گا۔ اور جب تک شہر

کی آبادی اور مکانات میں داخل نہ ہو، تو سفر کے احکام برقرار رہیں گے: امام کاسانی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: جب کوئی مسافرشہر کے قریب پہنچ جائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو وہ مسافر ہی ہے جب تک شہر میں داخل نہ ہو۔ مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بصرہ سے واپس آتے ہوئے کوفہ تشریف لاتے تو سفر والی نماز پڑھتے، جب کہ کوفہ کی آبادی ان کونظر آ رہی ہوتی تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایک مسافر کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا جب تک اپنی منزل مقصود شہر میں داخل نہ ہو۔ (البدائع:۱/۱۰۳) چنانچہ المحیط البرہانی میں امام محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے ''خروج من المصر'' ''تخلیف دور المصر'' اور ''مجاوزۃ عمرانات المصر'' (شہر سے نکلنا، شہر کے مکانات کو پیچھے چھوڑنا اور شہر کی آبادی سے آگے نکلنا) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر کی بنیاد پر حد فاصل قرار دیا ہے ملاحظہ ہو(المحیط البرہانی: ۲/۳۸۷) البتہ فقہاء نے مصر کی آبادی کے ساتھ مصر کے توابع کو بھی ملحق قرار دیا ہے اور سفر کے احکام جاری ہونے کے لیے جس طرح (عمران المصر)(شہری آبادی) سے خروج شرط ہے اسی طرح توابع مصر سے خروج کو بھی شرط قرار دیا ہے۔توابع مصر سے مراد ربض المصر ہے اور ربض المصر سے مراد متصل بستیاں ہیں۔ (فتح القدیر:۲/۸)

ان آثار اور فقہی عبارات سے معلوم ہوا، کہ سفر کے احکام شہری آبادی اور شہر کے توابع (ربض المصر اور اس سے متصل بستیوں) سے نکلنے پر جاری ہوں گے۔ اور مصر اور خارج المصر دو الگ الگ جگہیں ہیں۔ حاصل یہ کہ''مجاوزۃ عمرانات المصر'' (شہر کی آبادی سے آگے نکلنا)ہی حد فاصل ہے۔

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شہر کا کوئی آباد محلّہ ذرا فاصلہ پر ہو، جبکہ قبل ازیں یہ محلّہ شہر سے متصل رہا ہو، تو اس محلے سے آگے نکلنا قصر کے احکام شروع ہونے کے لیے ضروری ہوگا، اس لیے کہ انفصال (الگ ہونے) کے باوجود یہ محلّہ اس شہر کا حصہ شمار ہوتا ہے۔ اسکے برعکس اگر مستقل کوئی دوسری بستی ہو، جو شہر کے بجائے فناء شہر سے متصل ہو، تو قصر کے لیے اسی بستی سے آگے نکلنا شرط نہیں، اس لیے کہ یہ بستی شہر میں سے نہیں بلکہ خارج مصر (شہر سے باہر) ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے، کہ بسا اوقات فناء مصر سے ایک یا دو فرسخ کے فاصلے پر بستیاں ہوتی ہیں، تو اگر فناء مصر سے متصل بستیوں سے آگے نکلنا خروج عن المصر کے لئے مدار ٹھہرایا جائے، تو ان بستیوں میں بھی قصر ممنوع ہوگا۔ حالانکہ ایسا نہیں، لہذا فناء مصر سے متصل بستیوں سے مجاوزۃ (آگے نکلنا)، شرط نہیں، بلکہ شہر کی آبادی سے باہر نکلنا شرط ہے۔ یعنی محلّہ شہر میں داخل ہے، اگرچہ فاصلے پر ہو،لیکن ذرا دور دوسری بستی شہر میں داخل نہیں، اگرچہ فناء مصر سے متصل ہو۔

چوتھا مقدمہ: جن حضرات کے نزدیک احکام سفر واقامت کا دارو مدار فنآء مصر پر ہے، وہ بھی مطلقاً نہیں:

مصر اور خارج المصر کے درمیان حد فاصل کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ فنآء المصر حد فاصل ہے، احکام سفر کی بحث میں شہر کے متصل یا گرد ونواح کی آبادی کے لیے دو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ "ربض المصر"اور "فنآء المصر" فنآء مصر کی تعریف دو بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے (۱) شہر کے مصالح کے لیے ہونا (۲) شہر کے متصل ہونا۔ (تنویر الابصار: ۲/۱۳۹) تاہم دوسرا جزء یعنی شہر کے متصل ہونا فقہاء کے درمیان اتفاقی قید نہیں ہے۔ اس لیے رد المحتار میں فنآ المصر کی تعریف میں صرف'' شہر کے مصالح'' کو دارومدار بنایا گیا ہے جو شہر سے متصل بھی ہوسکتا ہے، اور منفصل بھی۔اور شہر کے مصالح سے مراد شہر والوں کے اجتماعی ضروریات مراد ہیں مثلاً گھڑ دوڑ کا میدان، قبرستان وغیرہ۔(ردالمحتار علی الدرالمختار: ۲/۵۲۳)

دوسرے قول کا حاصل یہ ہے کہ دار ومدار ''عمران المصر'' (آبادی) یا ''بیوت المصر'' (گھر) کے بجائے ''فناء المصر'' (شہر سے متصل شہر کی ضروریات کی جگہ) پر ہے۔ البتہ اس میں تفصیل ہے۔ اگر فناء مصر قریب (متصل) ہو تو فناء مصر سے مجاوزۃ پر قصر کے احکام شروع ہوں گے، اور اگر فناء مصر بعید (منفصل) ہو، تو پھر فناء مصر سے مجاوزۃ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ قرب وبعد کا معیار کیا ہے؟ اگر مصر اور فناء کے درمیان غلوۃ (تین سو تا چار سو ہاتھ (رد المحتار: ۲/۵۲۴) بالفاظ دیگر ۱۶ء ۱۳۷ میٹر(احسن الفتاوی: ۴/۷۴)) سے کم فاصلہ ہو، اور درمیان میں کھیتی بھی نہ ہو۔ گویا اگر کھیتی ہو یا غلوۃ کی مقدار کے برابر فاصلہ ہو، تو فناء مصر بعید (منفصل) تصور ہوگا۔ (المحیط :۲/۳۸۸)

پس فناء المصر سے متصل بستی اگر ہو، تو مجاوزۃ الفناء معتبر ہے، مجاوزۃ القری نہیں، اور اگر ربض المصر سے متصل قری ہو، تو مجاوزۃ القری معتبر ہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے، کہ اصل مدار "فناء المصر" اور "قری المصر" پر نہیں بلکہ حقیۃً اتصال وانفصال پر ہے۔ صاحب رد المحتار نے اس کی مزید توضیح یوں کی ہے کہ موضع الاقامۃ کے تابع جگہیں مواضع اقامۃ کے حکم میں ہیں، جیسے ربض المصر اور القری المتصلة بربض المصر۔ اور غیر توابع موضع اقامۃ کے حکم میں نہیں، جیسے بساتین (باغات وغیرہ) اگرچہ بالفعل ان میں سال بھر رہائش اور سکونت ہو، اسی طرح شہر کے محافظین ونگہبان اور کام کرنے والے شہر کے دیگر ملازمین کی سکونت کا بھی اعتبار نہیں یعنی ربض المصر اور القری المتصلة بها توتوابع موضع الاقامة ہیں لیکن بساتین (باغات) توابع نہیں، اسکا مطلب یہ ہوا کہ توابع سے مراد ہے کونها توابع فی الاقامة لا فی غیر الاقامة مثل المصالح وغیرها۔ نیز انکا اقامۃ کے لیے ہونا بالذات اور اصالۃ ہو، تبعاً اور ضمناً نہ ہو، جیسے بساتین میں رہائش ہو، یا محافظین ودیگر ملازمین کی رہائش۔

فناء مصر اور اسکے احکام کے متعلق ایک وضاحت:

مصالح البلد کے حوالے سے فناء مصر حکم مصر میں داخل ہے۔ لیکن دیگر احکام کے حوالے سے حکم مصر میں داخل نہیں، گویا فناء مصر من وجہ مصر میں داخل ہے اور من وجہ داخل نہیں۔ جمعہ اور عیدین چونکہ مصالح البلد میں سے ہیں، لہذا جمعہ اور عیدین کے حوالے سے فناء مصر حکم مصر میں داخل ہے۔ اور قصر فی الصلوۃ مصالح بلد میں سے نہیں، لہذا سفر کے احکام کے حوالے سے فناء مصر حکم مصر میں داخل نہیں۔ جیسا کہ صاحب الکفایۃ نے اس کی تصریح کی ہے دیکھئے (فتح القدیر مع الکفایۃ: ۸/۲) حاصل یہ ہوا کہ سفر کے احکام کے حوالے سے فناء مصر حکم مصر میں داخل نہیں۔

پانچواں مقدمہ: شہر کے باہر محاذات میں شہر سے متصل آبادی کا اعتبار نہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ سے اس بات کی تصریح بھی مروی ہے کہ اس جانب کے گھروں اور آبادی سے آگے نکلنا شرط ہے، جس جانب شہر سے نکلنا ہو، اگر نکلنے والی جہت میں مکانات نہ ہوں، تاہم اس کی سیدھ میں شہر کے مکانات آگے کی طرف پھیلے ہوئے ہوں، تو اس سے فرق نہیں پڑتا۔ (المحیط: ۳۸۸/۲) صاحب رد المحتار نے اس جزیئے کو حسب ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

> ''اگر مسافر شہر سے نکلنے والی جہت میں آبادی سے آگے نکل جائے جبکہ دوسری جہت میں اس کے محاذات (سیدھ) میں شہر یا کوئی محلّہ ہو تو یہ شخص شرعی مسافر تصور ہوگا۔ مسافر کے نکلنے والی جہت کا اعتبار ہے دوسری جہت کا نہیں''۔ (ردالمحتار: ۵۲۴/۲)

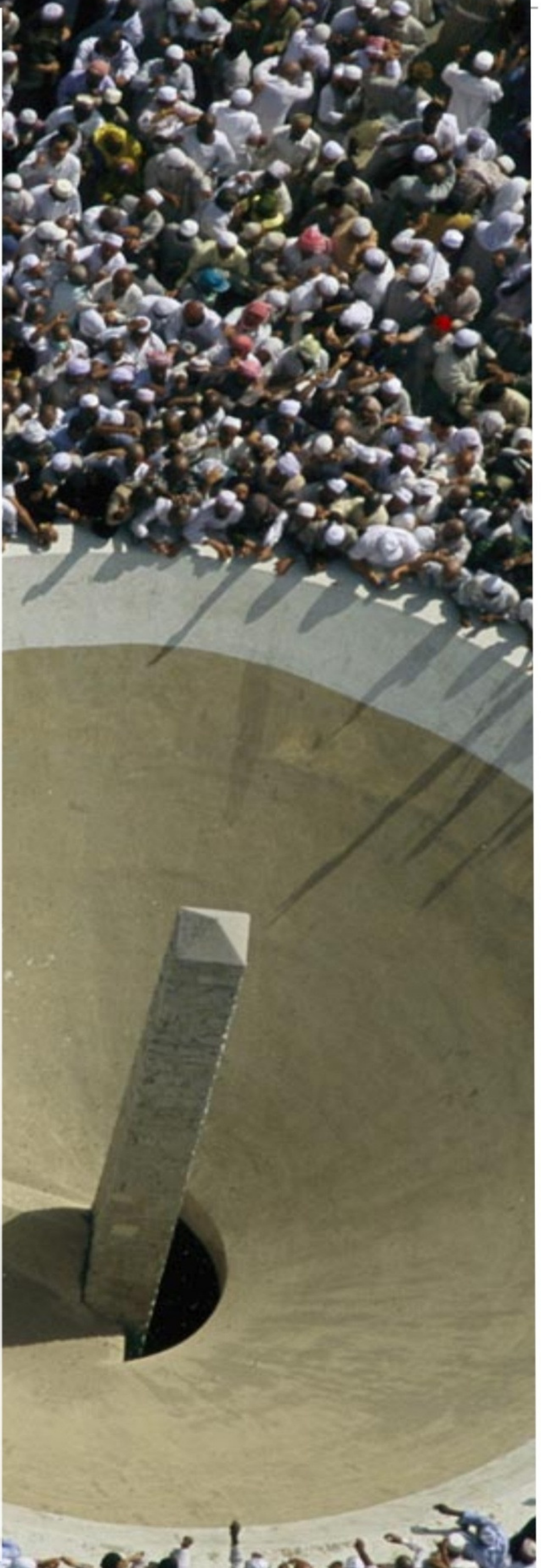

لیکن بحوالہ ''الامداد'' اور ''فتاوی قاضیخان'' اس میں یہ شرط لگائی ہے کہ ایک جانب محاذات (سیدھ) میں آبادی ہو، تو متذکرہ بالاحکم ہے لیکن اگر ایک سے زیادہ اطراف (جوانب) کی محاذات میں آبادی ہو، تو پھر اس آبادی سے نکلنا شرط ہوگا۔ وغیرہ۔(رد المحتار: ۵۲۴/۲)

تاہم یہ شرط اتفاقی نظر نہیں آتی اس لیے کہ بعض عبارات میں ''الجوانب'' کا لفظ آیا ہے، جس کا بظاہر مطلب یہ نکلتا ہے، کہ جانب خروج کے علاوہ مسافر کے دائیں بائیں دونوں اطراف کی آبادی کا اعتبار نہیں۔ (المحیط: ۳۸۸/۲) (عنایۃ: ۸/۲)

زیر بحث موضوع سے متعلق متذکرہ بالا پانچ مقدمات کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

(۱) اقامت کے تحقق کے لیے موضع واحد میں پندرہ دن اقامت کی نیت شرط ہے

(۲) مکہ مکرمہ اور منی دو مستقل مقامات رہے ہیں

(۳) مصر اور خارج مصر دو الگ الگ جگہیں ہیں اور اقامت سفر اور احکام سفر کے اعتبار سے دونوں کے درمیان حد فاصل عمران المصر (آبادی) ہے، فناء مصر نہیں

(۴) جن اقوال کے مطابق اقامت، سفر اور احکام سفر کا دوارو مدار فناء مصر پر ہے، وہ بھی مطلقاً نہیں

(۵) شہر کے باہر محاذات میں شہر سے متصل آبادی کا اعتبار نہیں۔

اتصال منی بمکۃ والے قول کی تائید میں پیش کی جانے والی وجوہات کا جائزہ:

جن علماء حضرات نے منٰی میں قصر و اتمام کے حوالے سے معمول بہ چلے آنے والے قدیم موقف کو چھوڑ کر نیا موقف اختیار کیا ہے، انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں پانچ وجوہات پیش کیے ہیں، متذکرہ بالا تمہیدی مقدمات اور ان کے ضمن میں نقل کردہ فقہی جزئیات وعبارات کی روشنی میں ان پانچ وجوہات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔:

پہلی وجہ: مکہ مکرمہ اور منی میں اتصال ہو چکا ہے:

کیا واقعتاً مکہ مکرمۃ اور منی میں اتصال ہو چکا ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات پر موقوف ہے کہ اتصال وانفصال سے فقہاء کے نزدیک کیا مراد ہے؟ اس حوالے سے فقہاء نے مختلف معیارات بیان فرمائے ہیں۔ جوحسب ذیل ہیں:

(۱) اتصال وانفصال کی کوئی متعین حد نہیں بلکہ حقیقۃً وعرفاً جن دو جگہوں پر اتصال کا اطلاق ہوتا ہو، ان میں اتصال ہوگا ورنہ انفصال (الفتاویٰ الوالوالجیۃ: ۱۳۱۱)

(۲) طول سکۃ یا اس سے کم مقدار ہو، تو اتصال ہوگا ورنہ انفصال۔

(۳) سو ذراع سے کم فاصلہ ہو تو اتصال ہوگا، ورنہ انفصال (الکفایۃ: ۸/۲) (سراجیۃ ص:۱۱)

(۴) غلوۃ (تین سو ذراع تا چار سو ذراع)(۱۶۱ء ۳۷ میٹر) سے کم مقدار ہو، تو اتصال ہوگا ورنہ انفصال، (المحیط: ۳۸۸/۲)

(۵) دو جگہوں (مصر وفناء مصر) کے درمیان مزرعۃ (کھیتی) کی مقدار سے کم فاصلہ ہو، تو اتصال ہوگا ورنہ انفصال، (مزرعہ کی مقدار مجمل ہے)(المحیط: ۳۸۸/۲)

(۶) دو جگہوں (مصر وفناء مصر) کے درمیان اتنا فاصلہ ہو، کہ آواز سنی جائے، تو اتصال ہوگا ورنہ انفصال (حاشیہ برجندی ص:۱۶۲)

قطع نظر اس سے کہ ان اقوال میں راجح کیا ہے؟ منی کی طرف بڑھنے والی آبادی (جو مکہ مکرمہ کی آبادی سمجھی جاتی ہے) اور بدایۃ المنی (منٰی کی شروعات) کے درمیان اگرچہ اتصال وانفصال کا قطعی فیصلہ موقع کے مشاہدے یا صحیح معتمد سرکاری پیائش کی بنیاد پر ممکن ہوگا، تاہم نظر بظاہر مذکورہ بالا فقہی اقوال میں سے کسی بھی قول کے مطابق دونوں جگہوں میں اتصال نہیں۔ لہٰذا مکہ ومنٰی میں اتصال والی بات صحیح نہیں۔

دوسری وجہ: مکہ مکرمہ ومنی بلدیاتی طور پر ایک بلدیہ کے ماتحت ہیں:

سب سے پہلے تو اسکی تحقیق ضروی ہے، کہ واقعی ایسا ہے؟ اگر واقعتاً ایسا ہو، تو کیا محض بلدیہ ایک ہونے پر قصر واتمام کے شرعی احکام کا مدار ہوسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان احکام کا اصل دار ومدار حقیقی وواقعی اتصال وانفصال پر ہے، فقہاء کی بیان کردہ تحدیدات محض نشانیاں اور علامتیں ہیں، اس لیے اس میں شک نہیں، کہ دو جگہوں کی بلدیہ اگر ایک ہو، تو عموماً ان میں اتصال ہوتا ہے، تاہم محض بلدیہ ایک ہونے کو اتصال کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ شہر کے قرب وجوار یا گردونواح کی جگہ کو شہر کی بلدیہ کے تحت انتظامی اقدامات کے تحت کردیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کسی انتظامی ضرورت کے تحت شہر سے منفصل کافی دور علاقہ اور صحراء کو بھی شہر کی بلدیہ کے تحت کر دیا جائے، تو کیا قصر کے احکام کے حوالے سے اسکو شہر کا حصہ سمجھا جائے گا؟ جس طرح یہ ممکن ہے، کہ انتظامی ضرورت ختم ہونے پر اس مخصوص جگہ کو شہری بلدیہ سے نکال دیا جائے، یا اسکی الگ بلدیہ قائم کی جائے، آبادی کے تیز رفتار پھیلاؤ کے اس دور میں ضلع وتحصیل کی سطح تک حکومتی تحدیدات بدلتی رہتی ہیں، تو ایسی صورت میں کیا قصر واتمام کے حوالے سے احکام تبدیل ہوتے رہیں گے؟۔ بہر حال اس بات کی تحقیق ضروری ہے، کہ کیا مکہ مکرمہ ہی کی بلدیہ منی کے انتظامات کی ذمہ دار ہے؟ یا وزارت حج براہ راست مستقل انتظامیہ کے انتظام کے تحت انتظامات کرتی ہے؟ نیز اگر مکہ مکرمہ کی بلدیہ ہی ذمہ دار ہو، تو کیا سال بھر یہ ذمہ داری رہتی ہے، یا ایام حج میں عارضی طور پر اسکو یہ ذمہ داری سونپ دی جاتی ہے؟ نیز کیا مزدلفہ اور عرفات کے انتظامات بھی مکہ مکرمہ کی بلدیہ کے تحت ہوتے ہیں؟ اگر ایسا ہو تو کیا مزدلفہ اور عرفات دونوں جگہیں مکہ کے حدود میں داخل سمجھی جائیں گی؟ جب

ان تمام باتوں کی تحقیق نہ ہو تو صرف بلدیہ ایک ہونے کی وجہ سے مکہ ومنیٰ کو ایک شہر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تیسری وجہ: منی کے محاذات میں بھی مکہ مکرمہ کی آبادی پھیل گئی ہے۔

اگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جانب منی میں مکہ مکرمہ کی آبادی اور بدایۃ المنی (منیٰ کے شروعات) میں اتصال نہیں ہے، جیسا کہ بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے، تو دو وجہ سے اس دلیل کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ محاذات کے مسئلے سے قبل ہم دیکھتے ہیں، کہ منی کی جس جانب آبادی پھیلی ہوئی ہے اس آبادی اور منی کے درمیان ایک عظیم الشان پہاڑ حائل ہے، تو کیا اتنے بڑے پہاڑ کے ہوتے ہوئے پھر بھی محاذات کی آبادی کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ اور اگر اتنا بڑا پہاڑ بھی جگہوں کے درمیان انفصال کا باعث نہ بنے، تو پھر انفصال کیا ہوگا؟ جبکہ عرف عام میں دو علاقوں کے درمیان پہاڑ کا حائل ہونا ایک قدرتی حد انفصال سمجھا جاتا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ پہاڑ حائل ہوتے ہوئے بھی محاذات کی آبادی کا اعتبار کیا جائے، تو جیسا کہ اوپر ہم نے نقل کیا ہے، تمام فقہی کتب کی تصریحات کے مطابق جانب واحد کے محاذات میں آبادی کا کوئی اعتبار نہیں، اور بعض کتب فقہیہ کی عبارات کے مطابق دونوں جانب کے محاذات میں بھی آبادی کا کوئی اعتبار نہیں۔منی میں صورتحال یہ ہے کہ جانب واحد (عرفات کی طرف رخ کرکے دائیں جانب) تو آبادی پھیل گئی ہے، جبکہ بائیں جانب کوئی آبادی نہیں، لہذا تمام کتب فقہیہ کی تصریح کے مطابق محاذات منی میں پھیلی ہوئی آبادی کی وجہ سے منی کے خارج مصر ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

چوتھی وجہ: منی فناء مکہ کی حیثیت اختیار کرچکا ہے:

اس حوالے سے دو باتوں کا جائزہ لینا ہے۔

(۱) فناء شہر کی فقہی تعریفات کے مطابق کیا منی فناء مکہ ہے؟

(۲) کیا فناء مصر سفر کے احکام کے حوالے سے داخل مصر کے حکم میں ہے؟

پہلی بات: کیا منی فناء مکہ مکرمہ ہے؟ فناء مصر کی تعریف میں دو جزء ہیں

(۱) کونہا متصلۃً بالمصر (مصر سے متصل ہونا)

(۲) کونہ معداً لمصالح المصر (مصالح مصر کے لیے متعین ہونا)، پہلے جزء پر فقہاء کا اتفاق نہیں لیکن اگر اس قول کو لیا جائے، جس کے مطابق فناء کے لیے شہر سے اتصال شرط ہے۔ تو بظاہر یہ بات مکہ ومنی پر صادق نہیں آتی، اس لیے کہ مکہ مکرمہ اور بدایۃ المنی (منیٰ کے شروعات) میں اتصال نہیں، جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا۔ لہذا اس تعریف کے مطابق منی پر فناء مکہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اور اگر دوسری تعریف کو لیا جائے، یعنی صرف کونہ معداً لمصالح المصر (شہر کے مصالح کے لیے متعین ہونا) تو اب یہ دیکھنا ہے، کہ کیا منی مصالح مکہ یا ضرورت مکہ کے لیے مقرر ہے؟ منی میں بنیادی طور پر دو امور سرانجام دیے جاتے ہیں،

(۱) ایام حج میں منی میں قیام کرنا اور رمی جمار کرنا

(۲) قربانی کرنا۔ پہلی چیز کا تعلق مکمل طور پر افعال حج سے ہے۔ اور افعال حج کو مصالح مکہ یا ضروریات مکہ نہیں قرار دیا جاسکتا، اگر افعال حج کو مصالح مکہ کہہ دیا جائے، تو عرفات، جہاں حج کا رکن اعظم ادا ہوتا ہے اور مزدلفہ جہاں وقوف واجب سرانجام دیا جاتا ہے، بطریقہ اولی فناء مکہ ٹھہریں گے، اس لیے کہ اشتراک علت اشتراک حکم کو چاہتا ہے، لیکن اسکا کوئی قائل نہیں، نیز میقات سے احرام باندھ کر نیت کرنا، حج کا بنیادی عمل ہے، تو کیا مواقیت کو فناء مکہ کہا جائے گا؟

جہاں تک قربانی کا تعلق ہے، تو اگر قربانی حج کی مراد ہو، اور ظاہر بھی یہی ہے، تو ابھی بتایا گیا کہ افعال حج کو مصالح یا ضروریات مکہ نہیں قرار دیا جاسکتا، اور اگر عید الاضحیٰ کی قربانی مراد ہو، جو غیر حاجیوں نے کرنی ہوتی ہے، تو ظاہر یہی ہے، کہ غیر حاجیوں کے لیے منی میں قربان گاہ نہیں، بلکہ حاجیوں کے لیے بھی منی کے ساتھ ساتھ خارج منی میں قربان گاہ بنائے گئے ہیں، اسی لیے منی میں کوئی ایسی سرگرمی نہیں ہے، جس کو مصالح مکہ قرار دیا جائے، لہذا منی پر فناء مکہ کا اطلاق نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اگرچہ منی میں صحت جمعہ کے شیخین کے قول کی علت بعض مشائخ نے کونہ فناء مکۃ بیان کیا ہے، لیکن فقہاء نے اس کی تردید کی اور کونہ مصر "کو صحت جمعہ کی علت قرار دیا، (دیکھئے حاشیہ علی تبیین الحقائق: ۲۱۸/۱)

ایک لحاظ سے دیکھا جائے، تو سعودی حکومت اس بات کا اہتمام کرتی ہے کہ منی صرف اور صرف افعال حج (مبیت فی المنی، (سنت یا واجب) رمی جمرات، قربانی وذکر اللہ) کے لیے مخصوص رہے، ایام حج کے عبادات کے علاوہ کوئی اور سرگرمی وہاں نہ ہو، چنانچہ وہاں آبادی کی اجازت ہے نہ تعمیرات کی، بلکہ وہاں پہلے سے موجود آبادی اس لیے ختم کردی گئی، کہ حاجیوں کے لیے آسانی ہو، اس لیے نہیں کہ منی کے مستقل اور الگ تشخص وحیثیت کو ختم کردیا جائے، بلکہ درحقیقت مستقل والگ تشخص وحیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے ایسا کیا گیا۔ مزید برآں، منی کی اس حیثیت کو برقرار رکھنے کی لیے خیموں ہی پر اکتفاء کیا جارہا ہے پختہ تعمیرات نہیں کی جارہی ہے، حالانکہ ایام حج میں خیموں میں آگ لگنے اور دیگر حادثات سے بچنے، خیموں کی دیکھ بھال پر اٹھنے والے اخراجات کو کم کرنے اور حاجیوں کے لیے رہائش میں مزید سہولتیں مہیا کرنے کا آسان حل یہ ہے کہ پختہ تعمیرات تعمیر کی جائیں، ایک اخباری خبر کے مطابق سعودی حکومت اس بارے میں غور کررہی ہے، خبر کے مطابق تذبذب کا باعث یہی امر ہے، کہ حاجیوں کا خیموں یا کھلے میدان میں قیام رہے، پختہ تعمیرات میں نہ ہو، اور جو چند پختہ تعمیرات

(مسجد خیف، ہسپتال اور شاہی محل) تعمیر کی گئی ہیں، وہ بھی درحقیقت ایام حج میں استعمال کے لیے ہیں، مکہ مکرمہ کے باشندوں کے سال بھر کے استعمال کے لیے نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فناء مصر کی تعریف کا دوسرا متفق علیہ جزء "کونه معداً لمصالح المصر" (شہر کے ضروریات کے لیے متعین ہونا) بھی منی پر صادق نہیں آتا، لہذا منی کو فناء مکہ نہیں کہا جاتا۔ اگر فرض کر لیا جائے، کہ منی فناء مکہ ہے بھی، تو چونکہ حسی طور پر منیٰ اور مکہ میں اتصال بہر حال نہیں ہے، تو گویا منی فناء منفصل ہوگا، اور فناء منفصل صحت جمعہ وعیدین وغیرہ کے اعتبار سے تو داخل مصر ہوتا ہے لیکن احکام سفر کے حوالے سے داخل مصر شمار نہیں بلکہ شہر سے الگ شمار ہوتا ہے۔

محاذات منی میں ہو، تو اسکا حکم گزر گیا، کہ محاذات کا اعتبار نہیں اگرچہ وہ رہائشی آبادی ہو۔ اور اگر منی کے حدود میں ہے تو کیا اس کی وجہ سے مکہ اور منی میں اتصال ثابت ہو جائے گا؟ بظاہر ایسا نہیں اس لیے کہ دفاتر رہائش کے لیے نہیں ہوتے، صرف دن کے اوقات میں وہاں عملہ موجود ہوتا ہے جو رات کو شہر میں آجاتا ہے۔ جبکہ آبادی میں اصل دار ومدار ''بیوت'' رہائشی مکانات پر ہوتا ہے چنانچہ اگر بالفعل مکہ کی آبادی اور رابطہ کے دفتر میں اتصال بیوت نہ ہو، تو جس طرح شہر کے متصل باغات میں نگہبانوں اور کام کرنے والوں کی رہائش وسکونت کا اعتبار نہیں، چونکہ وہ رہائش تبعاً ہے، تو رابطہ کے دفتر کا بطریقہ اولی اعتبار نہیں ہوگا، جبکہ اس میں رہائش بالکل نہیں،

پانچویں وجہ: منی میں شاہی محل، ہسپتال اور رابطہ عالم اسلامی کے دفتر کی صورت میں آبادی موجود ہے:

نمبر۴ کے ضمن میں شاہی محل اور ہسپتال کے حوالے سے بات ہوگئی، کہ منی کا ہسپتال صرف ایام حج میں حاجیوں کے علاج کے لیے عارضی طور پر زیر استعمال آتا ہے، مکہ کے باشندوں کے علاج کے لیے نہیں، لہذا اسکی حیثیت مسجد خیف یا خیموں جیسی ہے۔ شاہی محل کی بھی یہی حیثیت ہے، دیکھنا یہ ہے کہ شاہی خاندان کے افراد مکہ مکرمہ میں قیام کے لیے منی کا شاہی محل استعمال کرتے ہیں، یا منی میں قیام کے لیے منی کے شاہی محل کو استعمال کرتے ہیں، اگرچہ یہ بات تحقیق طلب ہے، تاہم بظاہر دوسری صورت ہے، اگر پہلی صورت بھی ہو، تو شاہوں کا کیا کہنا! انکے جی میں آئے، تو رحیم یار خان کے جنگلات میں بنے ہوئے شکار گاہوں میں بھی محل تعمیر کر لیتے ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کا دفتر منی کے حدود میں ہے، یا منی کے حدود سے باہر منی کے محاذات میں؟ اسکی تعیین ضروری ہے، اگر منی کے حدود سے باہر

نہ اصالۃً اور نہ تبعاً، ہمارے عرف میں بھی کسی جگہ میں دفاتر موجود ہونے کی وجہ سے اتصال کا حکم ثابت ہوتا ہے نہ وہ جگہ مستقل رہائشی علاقہ کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی یونیورسٹی کے مختلف علاقوں اور شہروں میں کیمپس ہوتے ہیں، اسکی وجہ سے اتصال ثابت نہیں ہوتا ہے، اور اگر شہر سے باہر صحراء میں کیمپس ہوں، تو وہ علاقہ شہر نہیں کہلاتا، کہوٹہ شہر سے باہر بعض حساس اداروں کے دفاتر ہیں، ان میں سیکورٹی سے متعلق ملازمین کیلئے رہائشی کالونیاں بھی ہیں لیکن صحت جمعہ کے حوالے سے اس کے شہر یا قریہ ہونے کا فتویٰ نہیں دیا گیا۔ حاصل یہ ہوا کہ منی میں شاہی محل، ہسپتال اور رابطہ عالم اسلامی کے دفتر موجود ہونے کی وجہ سے متفرق عمارتیں مستقل آبادی کے حکم میں نہیں، اور انکی وجہ سے منی ومکہ مکرمہ کا اتصال ثابت نہیں ہوتا۔

منیٰ میں آبادی: کیا اتصال کے لیے آبادی کا آبادی سے اتصال ضروری ہے؟ یہاں ضمناً ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے، وہ یہ کہ مکہ و منی کے درمیان انفصال ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دی جاتی ہے، کہ

اتصال وانفصال کی بحث دو آبادیوں کے درمیان مفید ہوسکتی ہے، اور چونکہ منی میں اس وقت آبادی نہیں ہے، لہٰذا یہاں اتصال نہیں ہوسکتا ہے۔اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ اس بات سے تو اتفاق ہے کہ منی و مکہ میں اتصال نہیں ہے لیکن اس دلیل کا یہ مقدمہ محل نظر ہے کہ منی میں آبادی نہیں۔ ہماری نظر میں منی میں آبادی کا نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں، کہ اس کا مکہ مکرمہ سے اتصال نہ ہوسکے، اس لیے کہ منی کی اپنی ایک مستقل حیثیت ہے، وہ حیثیت اس وقت بھی تھی، جب منی میں آبادی تھی، منی مصر تھا، یا قریہ تھا۔منیٰ کی یہ الگ حیثیت اب بھی برقرار ہے جب منی میں سے آبادی ختم کردی گئی، بلکہ منیٰ کی مستقل حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے ہی آبادی ختم کردی گئی، اس لیے کہ آبادی اور عمارتیں منی میں سرانجام دیئے جانے والے مناسک حج کی ادائیگی میں مشکلات کا باعث بن رہی تھیں۔ اسکی نظیر بالکل ایسی ہے جیسے راولپنڈی میں ایوب پارک، اگرچہ اب تو آبادی بڑھنے کی وجہ سے یہ پارک شہر کے درمیان آگیا، تاہم ابتداء میں یہ پارک شہر کے کنارے پر واقع تھا، اور اس میں آبادی نہ ہونے کے باوجود شہر کے ساتھ اس کا اتصال ثابت تھا، فقہاء کی عبارات میں مصلی العید فی الصحراء (صحرا میں عیدگاہ) کی مثال دی گئی ہے، یہ بھی اس کی نظیر ہے۔ غرضیکہ محض آبادی کا نہ ہونا انفصال کی دلیل نہیں، بلکہ اگر کسی جگہ کی مستقل حیثیت ہو، اور اس مستقل حیثیت کو برقرار رکھنے کا دارومدار آبادی نہ ہونے پر ہو، تو وہ جگہ بھی آبادی کے حکم میں ہوگی، اور دوسری آبادی کے ساتھ اس کا اتصال ہوسکتا ہے، چنانچہ اگر مکہ کی آبادی بڑھ کر منی تک پہنچ جائے، تو دونوں میں اتصال ہوسکتا ہے، تاہم دونوں جگہوں میں بالفعل اتصال نہیں ہے، اس لیے کہ مکہ کی آبادی منی تک نہیں پہنچی، اس لیے نہیں کہ منی میں آبادی نہیں۔ ایک اور فقہی جزئیہ اس بات پر بڑی صراحت سے دلالت کررہا ہے، کہ نہ صرف منی بلکہ عرفات ومزدلفہ کی بھی مستقل حیثیت ہے۔ اور یہ حیثیت برقرار رکھنا مقصود ہے۔ اوراسی حیثیت برقرار رکھنے کی غرض سے مکانات آباد کرنا تو کجا وہاں کی زمین کو قابل کاشت بھی نہیں بنایا جاتا ہے۔ملاحظہ ہو:

''حرم کی بنجر زمین کو قابلِ استعمال بنانا(احیاء الموات) جائز ہے جیسا کہ وہاں کی آباد زمین خریدوفروخت کے ذریعے ملکیت میں آسکتی ہے۔ جبکہ عرفات مزدلفہ اور منیٰ، ان تینوں مقامات کی زمین کو قابلِ کاشت بنانا جائز نہیں اس لیے کہ عرفات کے ساتھ حج کا رکن اعظم (وقوف) متعلق ہے۔ اس طرح حج کے دیگر شعائر کی ادائیگی عرفات اور مزدلفہ ومنیٰ میں ہوتی ہے، اس کی حیثیت حقوق عامہ والی جگہوں (جیسے راستے،صحرا، عیدگاہ اور پانی کی گھاٹیں) کی طرح ہے''۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۵/۵۶۹)

منیٰ کی مصریت: کتب میں منی کے بارے میں موجود معلومات پر غور کرنے سے ایک اور بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ کہ منی کو جو شہر یا بستی کہا گیا ہے، وہ اس حوالے سے ہے، کہ ایام حج میں منی میں شہر آباد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے نہیں کہ سال بھر کے لیے بالفعل شہر یا قریۃ رہتا ہے۔ گویا ایام حج کے علاوہ کچھ آبادی رہتی ہوگی، لیکن صرف اتنی آبادی شہر ہونے یا بستی ہونے کے لیے کافی نہیں، جیسا کہ(معجم البلدان: ۵/۱۹۸ باب المیم والنون) میں اس کی صراحت ہے۔

منیٰ میں صحت جمعہ کے شیخین کے قول کی علت بیان کرتے ہوئے داماد آفندی اس بات کی صراحت کرتے ہیں، کہ سال بھر بالفعل شہر رہنا منی کے شہر ہونے کے لیے شرط نہیں؟ (مجمع الانھار :۱/۲۴۸ باب الجمعۃ)

کتب فقہ کی عبارات سے بصراحت یہ بات معلوم ہوتی ہے، کہ منی کا مصر (شہر)ہونا اس اعتبار سے نہیں تھا کہ اس میں سال بھر آبادی رہتی تھی، بلکہ مصر ہونا صرف اس اعتبار سے تھا، کہ صرف ایام حج میں مصر بن جاتا ہے (دیکھئے الدرالمنتقی، باب الجمعہ، نیز مجمع الانہار ۱/ ۲۴۸، باب الجمعہ)۔منی کی یہ حیثیت اب بھی برقرار ہے۔

دریافت طلب امور:

ان تفصیلی توضیحات کی روشنی میں حسب ذیل امور کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

(الف) اتصال یا انفصال کے باوجود عرف عام اور حکومتی تحدید میں اختلاف ہوجائے تو اعتبار:

(۱) عرف کا ہے؟

(۲) حکومتی تحدید کا ہے؟

(۳) یا آباد مکانات کا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے حوالے سے اعتبار عرف کا ہے۔ چنانچہ تمام فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جس مسئلے میں کتاب وسنت اور اجماع وغیرہ کی دلیل شرعی نہ ہو تو وہاں عرف ہی کو معتبر مانا جائیگا بلکہ: بعض فقہاء کے نزدیک منصوص امور میں بھی عرف کا دخل ہے بشرطیکہ نص کا ورود عرف وعادۃ کی بنیاد پر ہو، جیسا کہ اشیاء کا مکیلی وموزونی ہونے میں امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے۔ دیکھئے (ھدایۃ: ۸۴/۲) اس قول اور اس عبارت سے بظاہر عرف کی بنیاد پر نص کی مخالفت کا شبہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے امام ابو یوسفؒ کے مذہب کو دقت نظری سے سمجھنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ متجددین اس سے اپنے مطلب کی بات نکال سکتے ہیں۔ علامہ شامی نے اس بات کی نشاندہی فرمائی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب نص شرعی میں بیان کردہ حکم کی اساس عرف دعادۃ ہو، تو اس عرف کے بدلنے سے حکم تبدیل ہو گا، لیکن اس تبدیلی کو نص کی مخالفت سے تعبیر نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یہ عین اتباع نص ہو گی۔ (دیکھئے رسائل ابن عابدین :۲/ ۱۱۸) عرف کے معتبر ہونے اور اہمیت پر حسب ذیل فقہی نصوص دلالت کررہی ہیں:

(۱) ''شریعت میں عرف کا اعتبار ہے اس لیے کہ کبھی کبھار عرف پر ہی حکم کا دارومدار رہتا ہے''۔ (عقود الرسم المفتی)

(۲) ''عرف سے ثابت شدہ حکم دلیلِ شرعی سے ثابت شدہ حکم ہے''۔ (رسائل ابن عابدین: ۱۱۵/۲)

(۳) ''عرف سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ ایسی ہے جیسے متکلم نے اس کی صراحت کی ہے''۔ (المبسوط بحوالہ رسائل: ۱۱۵/۲)

(۴) المعروف کالمشروط۔ (رسائل: ۱۳۳/۲)

(۵) ''ظاھر الروایۃ، اگر کتاب وسنت واجماع پر مبنی نہ ہو، تو عرف کی وجہ سے ترک کیا جائے گا''۔ (القنیۃ بحوالہ رسائل ۱۱۵/۲)

(۶) کئی ایک مسائل، جہاں دلیل شرعی نہ ہو، میں عرف ہی کو مدار حکم قرار دیا گیا ہے مثلاً:

(الف) کسی بھی تصرف (فرد کا ہو یا حکومت کا) کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ وہ معتاد (رائج الوقت) ہے یا غیر معتاد (غیر رائج الوقت) عرف ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ (الفقة الاسلامی والادلته: ٣٦/٤)

(ب) اتحاد مجلس اور تغیر مجلس کی پہچان کا ذریعہ عرف ہے: (حوالہ مذکور: ۱۱۰/۴)

(ج) ''حِرَف'' پیشوں کی تعیین میں اعتماد عرف ہی پر کیا جائے گا:۔ (حوالہ مذکور: ۲۴۷/۷)

کتب فقہیہ کے بالاستعیاب مطالعے سے عرف وعادت کی اہمیت، مسائل غیر منصوصہ میں شرعاً عرف کے معتبر ہونے اور کئی ایک فقہی مسائل کا عرف پر مبنی ہونے سے پتہ چلتا ہے، اس دعوی کی تائید کے لیے کئی ایک فقہی قرائن سے استدلال کیا جاسکتا ہے اور اس موضوع پر لاتعداد مثالیں اور نظریں پیش کی جاسکتی ہیں، جن میں سے چند ایک اوپر کے سطور میں ملاحظہ کے گئے۔ اسکے برعکس حکومتی تحدید، بالفاظ دیگر حکومت کے اس نوع کے انتظامات شرعی مسائل میں معتبر ہونے کے بارے میں ایسے فقہی قرائن سے استدلال کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے لیے نظیریں اور مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

پھر جہاں کہیں حکومتی انتظامات پر اس قسم کے غیر منصوص احکام کا دارومدار ہوگا، وہ دو حالتوں سے خالی نہیں۔

(۱) حکومتی انتظامات عرف پر مبنی ہوں، اور عرف قدیم ہی کی بنیاد پر حکومتی حکم (تحدید وغیرہ) جاری ہو۔

(۲) حکومتی حکم (تحدید وغیرہ) پہلے جاری ہو،

اور یہی حکم بعد میں عرف بن گیا ہو۔ لیکن جہاں عرف اور حکومتی حکم (تحدید وغیرہ) میں تضاد اور تعارض ہو، تو وہاں عرف ہی معتبر ہوگا، اس لیے کہ عرف کا اعتبار فی نفسہ ہے، یعنی عرفیت کی وجہ سے ہے اور شرعی نصوص سے اسکو تائید بھی حاصل ہے۔ جبکہ حکومتی حکم (تحدید وغیرہ) اگر کہیں معتبر ہوگا، تو وہ فی نفسہ نہیں ہوگا، بلکہ عرف کی وجہ سے، گویا کہ یہاں بھی بنیاد عرف ہی ہوا، نہ کہ حکومتی حکم (تحدید وغیرہ) زیر بحث مسئلہ شرعی احکام لاگو کرنے کے لیے کسی جگہ، علاقے یا رقبے کے حدود کی تعیین سے متعلق ہے، اور فقہ شافعی کے ایک جزیئے سے اس بات کی تائید ملتی ہے کہ حدود متعین کرنے میں عرف معتبر ہے:

''شوافع کے نزدیک حریم (کھیتی وغیرہ کے اِرد گِرد مخصوص حصہ) متعین کرنے میں عرف کو دیکھا جائے گا۔ چنانچہ بعض مخصوص مسائل میں عرف وحاجت پر دارومدار ہے''۔ (مغنی المحتاج: ۳۶۳/۴ والمھذب: ۴۲۴/۱)

یہ جزئیہ اس نوع کے مسائل (تحدید) میں عرف کے معتبر ہونے کی بھی یہ ایک نص فقہی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ کسی علاقے کے حدود متعین کرنے میں عرف اور حکومتی تحدید کے درمیان تضاد کی صورت میں اعتبار عرف کا ہوگا، حکومتی تحدید کا نہیں۔ اسی طرح اگر آبادی کے مکانات اور عرف کے تقاضے مختلف ہوں، اگر تو مکانات آبادی سے متصل ہوں جس کا تقاضا یہ ہو کہ ان مکانات کو آبادی کا حصہ سمجھا جائے تو اس بات کا امکان کم رہتا ہے، کہ عرف اس کے مخالف ہو، اس لیے کہ عرف زمینی حقائق، روایات، تصورات وخیالات سے بنتا ہے۔ اور اگر مکانات آبادی سے متصل ہوں اور ایسی

صورت ہو کہ آبادی کے پھیلاؤ کو مدنظر رکھا جائے، تو اس آبادی کو شہری حدود کے اندر شمار کرنا چاہیے لیکن تا حال عرف میں وہ آبادی داخل نہ سمجھی جاتی ہو، تو عرف کا اعتبار ہوگا، یہاں بھی درحقیقت اعتبار عرف کا ہے۔ قریب آبادی کو داخل مصر کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اس لیے کہ عرف میں یہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی آبادی عرف عام میں ابھی تک داخل مصر نہیں سمجھی گئی، تو وہاں ضرور کوئی ایسی وجہ ہوگی، جس کی وجہ سے عرف نہ بنا ہو، اس صورت میں بھی اعتبار عرف کا ہوا۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے۔ کہ اس مسئلے میں عرف کو ترجیح دینے کا مطلب ہرگز یہ نہیں، کہ حکومتی تحدید اور آبادی کے مکانات کا بالکل ہی اعتبار نہیں، اعتبار ضرور ہے لیکن اس وقت جب ان امور کو عرف کی تائید بھی حاصل ہو جائے، گویا عرف بننے میں ان امور کا عمل دخل ہے۔ احکام بدلنے یا مرتب ہونے میں نہیں۔ احکام جب مرتب ہونگے جب ان امور کی وجہ سے عرف بن جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اصل اعتبار عرف کا ہے۔ راولپنڈی اسلام آباد کی آبادیوں میں اتصال کے باوجود دونوں شہروں کا الگ سمجھا جانا عرف کی ترجیح کی واضح مثال ہے۔ یہ اس بات کی بھی مثال ہے، کہ حکومتی تحدید بھی کبھی عرف کی بنیاد بنتی ہے، اس لیے عرف بننے کے بعد ہی حکومتی تحدید کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

حکومتی تحدید اور آبادی کے مکانات پر عرف کی ترجیح ثابت ہونے کے بعد عرف کے حوالے سے ایک دو اور باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔(۱) علاقوں اور زمانوں کے اعتبار سے عرف مختلف ہوسکتا ہے جو عرف خاص کہلائے گا اور ہر علاقے وہر زمانے کا اپنا ہی عرف (عرف خاص)معتبر ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اثر سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے:

''ایک صاحب نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ ہمارے ایک شخص نے اپنے اوپر بدنہ واجب کیا ہے۔ کیا وہ گائے کی قربانی کرسکتا ہے؟ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دریافت فرمایا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ کہنے لگا: بنو رباح سے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: بنو رباح نے کب سے گائے بیل کو پالنا شروع کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک اس شخص کی بدنہ سے مراد اونٹ ہی ہے''۔ (حوالہ مذکور: ۱۲۲/۲)

(۲) تمام زمانوں یا تمام علاقوں کے لیے ایک عرف بھی ہوسکتا ہے، اور یہ عرف عام کہلاتا ہے۔ عرف عام تمام زمانوں اور تمام علاقوں کے لیے یکساں معتبر ہوگا، یعنی عرف عام کا حکم عام ہوگا۔ (رسائل: ۱۳۲/۲)

عرف کے ان احکام کی روشنی میں منیٰ کی حیثیت متعین کرنے میں کافی حد تک مدد مل سکتی ہے چنانچہ

(الف) منیٰ کے قضیے میں حکومتی تحدید اور آبادی مکانات پر عرف کو ترجیح حاصل ہے

(ب) منیٰ کے متعلق عرف یہ ہے کہ منیٰ مکہ مکرمہ سے الگ تھلگ جگہ اور مقام ہے، وجوہات حسب ذیل ہیں:

پہلی وجہ: علماء کے درمیان یہ اختلاف کہ منیٰ اور مکہ میں اتصال ہو چکا ہے یا نہیں اگر عرف میں منیٰ کا مکہ سے اتصال ہوچکا ہوتا، تو اس مسئلے پر بحث کی ضرورت ہوتی اور نہ کثیر تعداد میں لوگ اتصال والے قول سے اختلاف کرتے۔ **دوسری وجہ**: پچھلا عرف بالاتفاق دونوں میں انفصال کا تھا، اور اس عرف قدیم کے تبدیل ہونے کے ٹھوس آثار وقرائن نہیں ہیں۔ **تیسری وجہ**: حج کے مسائل وحالات بیان کرتے ہوئے یہی کہا، لکھا اور سمجھا جاتا ہے کہ یوم

التروبیہ (۸/ذی الحجہ) کو حاجی مکہ سے منی جائیں گے۔ یا چلے جاتے ہیں، یا چلے گئے، اور رمی اور قربانی کے بعد حجاج طواف زیارت کی غرض سے منی سے مکہ مکرمہ واپس آتے ہیں، نیز آخری دن رمی جمرات سے فراغت کے بعد حجاج کرام منی سے مکہ مکرمہ لوٹتے ہیں، یہ سب دونوں مقامات میں مغایرت کی دلیل ہیں اس طرح قرآنی نصوص

(۱) فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ (۲) ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ ٱلنَّاسُ (۳) فَمَن تَعَجَّلَ فِى يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ میں بھی مکہ، عرفات مزدلفہ اور منی کے درمیان آنا جانا مراد ہے۔

(ج) منی ومکہ مکرمہ کا الگ الگ مصر یا قریہ ہونا ایسا عرف عام ہے جس کی شاید ہی کوئی دوسری نظیر ہو۔ جس زمانے میں بھی دنیا کے جس کونے سے بھی حجاج کرام آتے رہے ہیں، ان کے عرف میں دونوں الگ الگ مقامات ہیں بالخصوص احکام حج کے حوالے سے۔ اگر تسلیم کیا جائے کہ اہل مکہ یا زیادہ سے زیادہ سعودی عرب کے باشندوں کے ہاں عرف قدیم تبدیل ہوگیا ہے تو یہ ایک موہوم احتمال ہے، جبکہ بقیہ دنیا کے ہاں ابھی تک عرف قدیم برقرار ہے، جہاں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ احتمال موہوم کی وجہ سے یقینیات کو ترک نہیں کیا جاسکتا، یہ بھی ایک حقیقت ہے، کہ ایک عرف عام کی جگہ دوسرا عرف عام ہی لے سکتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ اتصال وانفصال کے مسئلے میں شرعی احکام کے حوالے سے اصالۃً عرف ہی معتبر ہے۔ حکومتی تحدید اور آبادی مکانات اگر عرف کے خلاف ہوں، تو غیر معتبر ہوں گے۔ منی کے حوالے سے عرف عام (زماناً ومکاناً) یہی ہے کہ دونوں الگ الگ مقامات ہیں۔

(ب) کیا مزدلفہ کا قیام اقامت کے لیے مانع بن سکتا ہے؟

اس کا دار ومدار دو باتوں پر ہے۔ (۱) مزدلفہ الگ مقام ہے؟ (۲) مزدلفہ صالح للا قامۃ (قیام کرنے کے لیے مناسب جگہ) ہے؟

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے، تو جب ہم منی کو الگ مستقل مقام سمجھتے ہیں، تو واقعاتی حوالے سے مزدلفہ بطریقہ اولی الگ اور مستقل مقام ہوگا۔ پھر منی کی طرح مزدلفہ کی بھی الگ حیثیت اور شناخت برقرار رکھنا مقصود ہے۔ اسی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے مزدلفہ کو بھی غیر آباد رکھا گیا جتنی تعمیرات کی گنجائش ہوسکتی تھی وہ کی گئی ہیں، مثلاً مسجد (مشعر حرام) اور پکے وضو خانے وغیرہ، بقیہ رقبے کو وقوف کے لیے غیر آباد رکھا گیا ہے۔ مزدلفہ کے چاروں اطراف میں سائن بورڈ کے ذریعے حدود کی تعیین اس کا عملی ثبوت ہے، کہ مزدلفہ الگ جگہ ہے اور اس کی مستقل حیثیت وشناخت برقرار رکھنا مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ حرم مکی کی حدود میں آنے والی بنجر اور غیر آباد زمین کو قابل کاشت اور قابل استعمال بنا کر بیچنا، (احیاء موات) جائز ہے لیکن منی، مزدلفہ اور عرفات میں جائز نہیں۔ اور اس کی وجہ یہی لکھی گئی ہے، کہ یہ تینوں مقامات شعائر حج کی ادائیگی کے لیے خاص ہیں تو عوامی مقامات (راستوں، عیدگاہ) کی طرح ان میں احیاء موت جائز نہیں۔ (الفقۃ الاسلامی وادلتہ: ۵۶۹/۵)

جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے یعنی کیا مزدلفہ صالح للا قامہ ہے؟ جب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مزدلفہ الگ اور مستقل مقام ہے۔ اس مقام میں حج کے بعض شعائر کی ادائیگی ہوتی ہے۔ ان شعائر کی ادائیگی کے لیے نظری طور پر مزدلفہ میں رہنے کا حکم ہے اور عملی طور پر مزدلفہ میں رات رہنا پڑتا ہے۔ مزدلفہ بھی عرفہ کی رات ایک شہر بن جاتا ہے۔ مزید برآں! آج کل حاجیوں کی اچھی خاصی تعداد کے منی کا قیام ومبیت مزدلفہ کے حدود میں ہوتا ہے، تو منی کی مصریت مزدلفہ پر صادق آتی ہے۔ چنانچہ مزدلفہ منی کی طرح مستقل اور الگ حیثیت کی ایک جگہ اور مقام ہے۔ اور اس پر صحرآء کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لیے تو منی کی طرح صالح للا قامۃ (قیام کے لیے مناسب جگہ) ہے۔ نیز غیر ظاہر الروایۃ کے مطابق صحرآء میں بھی فی الجملہ نیت اقامت معتبر ہوسکتی ہے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چرواہوں کا زرخیز صحرآء میں خیموں کے اندر پندرہ دن کی اقامت کی نیت معتبر ہے۔ (الکفایۃ: ۹/۲)

نیز نیت اقامۃ معتبر ہونے کے لیے یہ جو شرط لگائی گئی ہے۔ کہ وہ جگہ صالح للا قامۃ ہو یعنی بلدۃ یا قریۃ ہو صحراء اور جنگل نہ ہو، یہ اس صورت میں ہے، جب کوئی سفر کی نیت سے تین دن کی مسافت (مسافت قصر) طے کرے، لیکن اگر مسافت قصر ابھی طے نہیں کی ہے، تو جنگل یا صحراء بھی صالح للا قامۃ ہے اور اس میں نیت اقامت معتبر ہے۔ جیسا فخر الاسلام رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ گویا صالح للا قامۃ جگہ یعنی شہر کے قریب ہونے کی وجہ سے یہ مکان علی الاطلاق مفازۃ وجنگل نہیں۔

اب مزدلفہ کو اگر صحرآء بھی فرض کر لیا جائے، تو پہلے جزیئے کے مطابق فی الجملہ وہاں قیام کی نیت ہوسکتی ہے، اور وہ صالح للا قامۃ ہوگا، جبکہ دوسرے جزیئے کے مطابق علی الاطلاق قیام کی نیت معتبر ہے۔ اگرچہ ہمارا اصل دعوی یہ ہے کہ مزدلفہ مستقل حیثیت اور شناخت کی وجہ سے منی کی طرح قریۃ کے حکم میں ہے، جو صالح للا قامۃ ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ مزدلفہ بہر تقدیر صالح للا قامۃ ہے، اس لیے مزدلفہ کا قیام اقامت کے لیے مانع بن سکتا ہے، پس اگر مکہ ومنی کا اتصال تسلیم بھی کر لیا جائے، تو مزدلفہ کا قیام اقامت کے لیے مانع ہوگا۔

عرفات کی حیثیت:

دیکھا جائے تو منی اور مزدلفہ کی طرح عرفات کی بھی مستقل اور الگ حیثیت ہے۔ جس کو برقرار رکھنا مقصود ہے، چنانچہ عرفات کے حدود متعین ہیں۔ حج کے رکن اعظم وقوف عرفہ کی ادائیگی عرفات میں ہوتی ہے، اس لیے وہاں بالفعل تعمیرات ہیں نہ تعمیرات و آبادی کی اجازت، اس لیے کہ تعمیرات وقوف عرفہ کی ادائیگی میں مشکل پیدا کرنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ مسجد نمرہ کی وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی ہے، اس لیے کہ اس کی وجہ سے وقوف عرفہ کی ادائیگی میں مشکل پیدا کرنے کا احتمال نہیں بلکہ درحقیقت مسجد نمرہ کی عمارت عرفات کی مستقل حیثیت اور الگ شناخت برقرار رکھنے میں ممد و معاون ہے، پس عرفات صحرآء کی طرح نہیں بلکہ ایک مستقل مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ (الفقۃ الاسلامی وادلتہ: ۵/۵۶۹)

مزید برآں ایک تبدیلی یہ رونما ہوئی ہے کہ نظری اعتبار سے حاجیوں نے عرفات میں رات نہیں گزارنی ہوتی ہے، بلکہ نو (۹) ذی الحجۃ کو طلوع شمس کے بعد منی سے عرفات آکر غروب شمس کے بعد واپس مزدلفہ آنا ہوتا ہے، لیکن عملی اعتبار سے حاجیوں کی ایک بڑی تعداد رات کے وقت عرفات پہنچ جاتی ہے، اور وہاں رات گزارنی پڑتی ہے۔ ایک حد تک رات کے وقت عرفات آنا غیر اختیاری ہوتا ہے، کہ حجاج کرام کی غیر معمولی تعداد کی وجہ سے انتظامی طور پر معلم حضرات کی یہ مجبوری ہوتی ہے کہ وہ یوم الترویہ (۸/ذی الحجہ) کو نماز عشاء کے بعد بسوں کے ذریعے حاجیوں کو عرفات لے جانا شروع کر دیتے ہیں۔ خواتین، ضعیف العمر اور ناواقف حجاج کرام کی بھی یہ مجبوری ہوتی ہے کہ ان بسوں کے ذریعے ہی عرفات پہنچ جائیں۔ اس کا اعتبار کیا جائے، تو کہنا پڑے گا کہ حاجی نہ صرف یہ کہ مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں۔ بلکہ عرفات میں بھی قیام کرنے کی نوبت آ سکتی ہے۔ گویا مزدلفہ کا قیام نظری و عملی اعتبار سے لازم کے درجے میں ہے، تو عرفات میں ایک دن کا قیام بھی محتمل ہے۔ اور مزدلفہ و عرفات کا منی سے الگ مستقل مقام ہونا مسلم ہے، پس بشمول ایام حج مکہ میں قیام ایک جگہ میں قیام نہیں، بلکہ ایک سے زائد جگہوں میں قیام ہے۔ لہٰذا ''مکان واحد میں مدت قیام کی نیت'' والی شرط صادق نہیں آتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر منی و مکہ میں اتصال والی بات ثابت بھی ہو جائے، تو مزدلفہ اور عرفات میں قیام کرنے کی وجہ سے یہ احتمال برقرار رہے گا، کہ مکان واحد میں مدت اقامت کی نیت نہیں کی گئی۔

(ج) کیا مکہ مکرمہ کے پھیلاؤ کی وجہ سے منی اور مکہ مکرمہ کا اتصال ہو گیا ہے۔

اس کا جواب تفصیل سے پہلے سطور میں آ چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اتصال کے لیے فقہاء کے مقرر کردہ معیارات میں سے کسی بھی معیار کے مطابق اتصال نہیں ہوا۔

(د) منی کے محاذات میں مکہ مکرمہ کی جو آبادی پھیل گئی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

اس کا جواب بھی پہلے تفصیل سے آ چکا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منی کے محاذات میں مکہ مکرمہ کی آبادی کی وجہ سے منی کے خارج مکہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ منی اور مکہ کے درمیان اتصال کا جو قول جدید اختیار کیا گیا ہے، جس کی بنیاد پر یہ رائے اختیار کی گئی، کہ عشرہ ذی الحج میں مکہ مکرمہ میں آنے والے آفاقی حجاج کرام نمازوں میں اتمام کریں گے بشرطیکہ ان کی مدت اقامت پندرہ دن ہو، اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ منی اور مکہ کے درمیان ابھی تک اتصال نہیں ہوا ہے، اور اتصال کی جو وجوہات بیان کی گئی ہیں وہ معتبر نہیں ہیں۔